تفسیر بلغۃ الحیران میں مولانا حسین علی الوانیؒ کے ہاں نظم قرآنی کا رجحان

(Coherence trend in tafseer bulghtulheran written

by sheikh Hussain Ali alwani.)

محمد بلال [1]

ڈاکٹر حافظ عبدالماجد [2]

Abstract

It is great virtues to comprehend the revealed book of Allah, such kind of narrations are called Exegesis of Holy Quran. There are few narrators, who adopted coherence aptitude in Quran very simply and briefly. They had claimed that Quranic chapters as well as verses are mutually connected. this kind of contact is named as" NAZAM-E-QURAN". Molana Hussain Ali (1944) was a mufasir-e Quran, He the blessed one, wrote a tafsir named as "Bulghat-Ul-Hyran Fi Rabt-E-Ayatil Furqan" . This tafsir also represents the ideology of coherence. The tendency of this philosophy can be found rarely in the exegetes ,So Molana Hussain Ali the student of Molana Rashid Ahmed Gangohi and Molana Mazher Nanotvi worked a lot to make Quranic theme easier than before . His good natured student Molana GhulamUllah khan compiled these lectures about tafsir . Anjman Himayt-e-Isalm published it in the life of its writer. Gist of the debates found in this tafsir is as,

1. Every surah has a basic claim, verses of that surah surround about that theme.
2. Touheed (divinity) is the PRINCIPAL commandment discussed in the whole Quran.
3. Coherence is the miracle of Quran.
4. The whole Quranic Surahs are as connected as pearls.
5. Quran is a sermon style book, not like a written one.

[1] . Ph.D. scholar, Department of Islamic studies &Arabic, Gomal University D.I.Khn.

[2] assistant Professor, Department of Islamic studies & Arabic, Gomal University D.I.Khan

کلام ربانی جہاں ظاہر کے اعتبار سے ایک کلام معجز ہے، وہیں اس کا باطن ایک گنجینہ اسرار ہے۔قرآن میں تفکر وتدبر سے انسان علم و حکمت کے اوج ثریا طے کرتا ہے۔مفسرین قرآن نے اپنے مخصوص ماحول و ثقافت و دیگر عوامل کے تحت تفسیری رجحانات اختیار کئے ہیں۔ان رجحانات میں ایک اہم رجحان قرآن کی ترتیب و تنظیم پر بحث ہے،اس طرز تفسیر نے تفسیری ادب کو ایک منفرد جہت عطاء کی ہے۔یہ تفسیری اختلافات کے عقدہ جات کا ایک حل بھی ہے۔وہ اس طرح کہ اگر آیات کا غیر ربطی مفہوم لیا جائے،تو ہر مفسر اسے اپنے مخصوص رجحان کی طرف لے جاتا ہے،جیسا کہ عموماً مفسرین نے کیا ہے،جب کہ نظم قرآنی کا لحاظ کر کے ماقبل ومابعد ترابط سے قرآن کے احکامات ایک لڑی کے موتیوں کی مانند نظر آتے ہیں،البتہ کچھ اصلی اور کچھ فروعی و ضمنی درجہ کے معلوم ہوتے ہیں۔اس طرز تفسیر کا امتیاز یہ ہے کہ پورے قرآن کو مربوط و منظوم جان کر اس کے احکامات کو مزید قابل فہم و عمل بنایا جائے۔یہ ربط مابین الآیات تو ہوتا ہے ہی مابین السور بھی ہوتا ہے۔یہ نظم قرآن کے زاویے سے تفسیر قرآن بلاشبہ کی ایک عظیم خدمت ہے۔

نظم کا لفظ سماعت سے ٹکراتے ہی تنظیم و ترتیب کے معانی منقش کر جاتا ہے۔یہ عربی زبان کا لفظ ہے اہل لغت نے اسے اس طرح بیان کیا ہے۔

صاحب لسان العرب رقم طراز ہیں:

"نظمت اللولو ای جمعته فی السلک والتنظیم مثله،وکل شئ قرنته بآخر او ضممت بعضه الیٰ بعض فقد نظمته الیٰ النظم"[3] یعنی نظم کی تعبیر ایسے ہے جیسے ہیرے جواہر ایک لڑی میں جمع ہوں اور ہر موتی ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہو،اور پہلا موتی اس لڑی کے آخری موتی سے بواسطہ درمیانی موتیوں کے جڑا ہوتا ہے۔

---

[3]۔ابن منظور،لسان العرب،دار الکتب العلمیہ،ج ۱۲،ص ۵۷۸،مادہ نظم

قاموس المحیط میں ہے:

"النظم التالیف وضم الشئ الی الشئ آخر ونظم اللولو ینظمه نظما ونظمه الفه و جمعه"[4] نظم تالیف و ترتیب اور ایک شے کے دوسری شے کے ساتھ ملانے اور ضم کرنے کو کہتے ہیں۔ نظم موتیوں کی ایک ترتیب ہے۔اسی سے نظمه بمعنی الفه وجمعه ہے۔

علامہ زمخشریؒ اساس البلاغۃ میں نظم کے لفظ کی لغوی حیثیت یوں بیان کرتے ہیں:

"النظم فی اللغة جمع اللولو فی السلک،نظمت درر،ومن المجاز نظم الکلام،[5] نظم لغت کے اعتبار سے موتیوں کو ایک لڑی میں جمع کرنا ہے، عرب کہتے ہیں میں نے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ مجاز کے لحاظ سے اسی سے نظم کلام ہے۔

دونوں تعریفوں میں جو پہلو مشترک ہیں۔1۔ نظم موتیوں کے ہار میں مرتب موتیوں کا نام ہے۔2۔ مجازاً اس کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جو اس طرح جمع کیا گیا ہو کہ ابتداء سے انتہا تک منظم و مربوط ہو۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ نظم قرآن پر اسطرح روشنی ڈالتے ہیں:

"قرآن کی آیتوں کو باہم اگر اسطرح مربوط دکھانا کہ وہ کلمہ واحدہ کی طرح معلوم ہوں ان کے معانی میں وحدت اور ساخت میں یکسانیت ہو، ایک عظیم الشان علم ہے"[6]

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"المناسبة فی اللغة:المشاکلة والمقاربة[7] یعنی ایک دوسرے کے قریب لانے اور ایک جیسے ہونے کے ہیں۔

مختلف اہل علم نے نظم قرآن کی اپنے اپنے انداز سے تعریفات کی ہیں، ڈاکٹر مناع القطان کہتے ہیں کہ نظم قرآن سے مراد وہ علم ہے جو قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی ربط و تعلق اور حکمت سے بحث کرتا ہے۔[8]

4۔ فیروز آبادی، ابوطاہر، مجد الدین، القاموس المحیط، دار المعرفہ بیروت لبنان، ج ۱، ص ۱۱۶۲، مادہ نظم

5۔ زمخشریؒ، محمود بن عمر، اساس البلاغۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج ۲، ص ۲۸۴، مادہ نظم

6۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۳۱

7۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۱۳۹

8۔ مناع القطان، الدکتور مباحث فی علوم القرآن، مکتبہ وھبہ القاہرہ، ص ۴۲

ڈاکٹر صبحی صالح فرماتے ہیں:

"قرآنی آیات وسور کے درمیان جس قسم کا تناسب وتطابق پایا جاتا ہے۔اس میں تکلف کا معیار ہماری نگاہ میں وہی ہے جیسے مختلف موضوعات کا باہمی تماثل وتشابہ۔۔۔مناسبت ومشابہت ایک معقول چیز ہے۔جب اسے عقل کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اسے قبول کر لیتی ہے۔ [9]

ڈاکٹر عبید اللہ فلاحی لکھتے ہیں:

"قرآن پاک کی آیات میں مناسبت کا مفہوم یہ ہے کہ دو آیات کے درمیان عام معنی یا خاص معنی عقلی وحسی مفہوم یا خیال و واقعاتی مفہوم میں کوئی قدر مشترک یا جامع تصور موجود ہے جس نے آیات کی موجودہ ترتیب کو قبول کیا ہے" [10]

نظم قرآن مفسرین کرام کی نظر میں قرآن مجید کی آیات وسور فواتح وخواتم کے باہم مربوط ہونے کے ادراک کا نام ہے۔یہ ایک مشکل امر ہے جو کافی عقلی استحضار کا متقاضی ہے۔

برصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے مفسرین نے بساط بھر علم تفسیر کی خدمت سرانجام دی ہے۔ان کی نگارشات تفسیری ادب کا ایک قابل قدر حصہ ہیں۔برصغیر کا تفسیری ادب مختلف تفسیری رجحانات کا حامل رہا ہے۔ان متنوع رجحانات میں سے تفسیر کا وہ نظم قرآن کے اعتبار سے رجحان کچھ کم اہم نہیں۔برصغیر کے مفسرین نے اپنے اپنے انداز سے اس رجحان کو آگے بڑھایا ہے۔اس رجحان سے متصف مفسرین میں سے ایک مفسر مولانا حسین علیؒ الوانی ہیں۔

آپ ۱۲۸۳ھ بمطابق ۲۵ مارچ ۱۸۶۷ء کو واں بھچراں ضلع میانوالی پنجاب میں متولد ہوئے۔آپ کے والد کا نام محمد تھا جو حافظ قرآن تھے ابتدائی تعلیم والد سے اور مولانا غلام نبی و مولانا سلطان احمد سے حاصل کی۔۱۸ سال کی عمر میں ہندوستان کا سفر اختیار کر کے مولانا رشید احمد گنگوہی و مولانا مظہر نانوتویؒ سے تفسیر پڑھی۔ [11]

---

[9]۔ صبحی صالح، الدکتور، علوم القرآن، ملک سنز، فیصل آباد، ترجمہ غلام احمد حریری ص ۲۱۵

[10]۔ فلاحی، عبید اللہ، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم ومناسبت، ص ۱۷

[11]۔ الوانی، زبیر، محمد، مولانا، تذکرہ اکابر، مکتبہ الوانی واں بھچراں، ۲۰۱۹، ص ۱۰۲۔۱۰۴

مولانا حسین علیؒ نے علمی اعتبار سے فن تفسیر قرآن اور تصوف و سلوک میں بلند مقام پایا،اس کا سبب آپ کی سرشت میں ادب و اخلاص کا پایا جانا تھا۔آپ جب مدرسہ دیوبند پہنچے تو داخلہ جات تمام ہو چکے تھے،البتہ مولانا گنگوہیؒ اپنی بصیرت ایمانی سے ان کی استعداد علمی کا ادراک کر گئے اور حضرتؒ کو داخلہ دے دیا،بعد ازاں اپنا ذاتی نسخہ کتب بھی حوالے کر دیا۔دوران درس سبق کا پڑھنا بھی آپ کے ذمہ تھا،دورہ حدیث میں اول آئے،حضرت گنگوہیؒ نے بہت دفعہ آپؒ کو تعریفی کلمات سے یاد فرمایا ہے،اس دورہ میں بارہا فرمایا یہ دورہ اس پنجابی مولوی(حسین علی) کے لئے پڑھا رہا ہوں۔حضرت گنگوہیؒ کے ارشاد پر سہارن پور کا رخ کر کے مولانا مظہر نانوتویؒ سے ترجمہ و تفسیر کا علم حاصل کرنے مظاہر العلوم پہنچے،یہاں سالانہ امتحان میں اول رہے اور حضرت نانوتویؒ کی خصوصی توجہ پانے میں کامیاب رہے۔[12]

مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد کانپور کا سفر اختیار فرما کر،اس دور کے ماہر فنون عالم مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے فلسفہ،منطق اور فنون کی کتب جیسے: حمد اللہ،قاضی مبارک،امور عامہ،عبد الغفور،متن متین اور فتح القدیر جیسی بیس کتب ایک سال میں پڑھیں اور امتحان میں اول رہے۔حضرت کانپوریؒ نے آپ کی سند پر ان الفاظ سے داد دی۔

"امابعد فان الفهيم الاريب،الذكى الخبيب،الكثير علمه الدقيق فهمه،المؤئد بتائد الله القوى،الفاضل اللوذعى المتوقد اليلمعى،المولوى حسين على بن ميان محمد الوانى الفنجابى،صانه الله تعالىٰ عن شر كل غوى و غبى،(المجيز احمد حسن ،مدرس اول المرقوم ۴ شوال المكرم۱۳۰۴ھ۔[13]

کانپور سے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں مراجعت اختیار کی،۱۸۸۹ میں وطن واپسی اختیار کی۔[14]

فن تفسیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے دو طرح وابستہ نظر آتے ہیں،وہ خود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔کہ میں نے قرآن کریم کی تفسیر پہلے مولانا مظہرؒ سے پڑھی جو شاہ اسحٰق کے شاگرد ہیں اور وہ خود شاہ عبد العزیزؒ کے اور وہ شاہ ولی اللہؒ کے۔۔۔اسطرح مجھے قرآن کریم کی اجازت اپنے مرشد خواجہ عثمانؒ سے بھی حاصل ہے،ان کو اپنے مرشد خواجہ دوست

---

[12] ۔ حوالہ مذکورہ،ص۱۰۵

[13] ۔ بخاریؒ،سجاد،اقامۃ البرھان،کتب خانہ رشیدیہ،مدینہ مارکیٹ راجہ بازار،ص۹

[14] ۔ تذکرہ اکابر،ص۱۰۸

محمد قندھاریؒ سے ،اور انکو حضرت شاہ احمد سعیدؒ اور انکو خواجہ ابو سعیدؒ سے اور انکو شاہ عبد العزیزؒ سے اس کے بعد کا سلسلہ شاہ ولی اللہؒ کی اسناد و کتب میں ثبت ہے جو انتہاء میں سید نا عثمان رضی اللہ عنہ ۔۔۔[15]

سلسلہ بیعت میں خواجہ عثمان دامانیؒ کی خدمت عالیہ میں موسیٰ زئی شریف پہنچے ،اور خلعت خلافت سے نوازے گئے۔ یہ اشارہ بصورت رویت نومی ہوا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ خواجہ عثمان دامانیؒ نے اپنے بیٹے خواجہ سراج الدینؒ کو ان سے دورہ تفسیر پڑھنے بھیجا۔ حضرت مولانا حسین علیؒ نے اپنی تفسیر کے آغاز میں جو اجازت نامے درج کئے ہیں، ان میں حضرت کے لئے تعریفی کلمات نے ان کے مقام کو شیخ کی نظر میں واضح کر دیا ہے۔[16]

وفات: علم و حکمت کا یہ روشن مینار مارچ ۱۹۴۴ میں واصل بحق ہوا، مولانا غلام اللہ خانؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اپنی مسجد کے سامنے دفن ہوئے۔

مولانا حسین علیؒ کا علمی قد کافی بلند تھا، جس پر ان کے معاصرین نے تقریراً و تحریراً شہادتیں دی ہیں۔

آپؒ کے شیخ خواجہ عثمان دامانیؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں مولانا حسین علیؒ کے فتویٰ کے بعد کسی کے فتاویٰ کی گنجائش نہیں رہتی۔

صاحب دعوت و عزیمت آپؒ کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

> "حضرت شیخ دوست محمد قندھارویؒ کے خلیفہ اعظم خواجہ عثمان دامانیؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے قصبہ موسیٰ زئی شریف میں بیٹھ کر فضاء کو عشق کی حرارت اور نسبت نقشبندیہ کی سکینت سے معمور کر دیا، ان کے خلیفہ مفسر قرآن، داعی الی التوحید واں بھچراں کے مولانا حسین علی تھے، ان سے اس پیمانے پر اصلاح عقائد کا کام ہوا اور توحید خالص کا آوازہ بلند ہوا، جس کی نظیر اس زمانہ میں مشکل ہے۔[17]

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے استفسار کیا گیا، مولانا حسین علیؒ کے بارے تو فرمایا، وہ پنجاب کے شاہ عبد القادر ہیں۔

15۔ حسین علی، مولانا، بلغۃ الحیران (تسہیل، حنیف، سراج الاسلام، ابو سلمان،)، اشاعت اکیڈمی پشاور، ص ۹

16- حسین علی، مولانا، تحفہ ابراھیمیہ، ترجمہ، صوفی عبد الحمید خان سواتی، ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، ط چہارم ۲۰۰۹، ص ۱۵

17۔ ندوی، سید ابو الحسن، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، ج ۴، ص ۳۷۳

لاہور میں جمیعت العلماء کی ایک کانفرنس کے موقع پر حضرت نے سورہ حٰم مومن کا درس دیا، علامہ انور شاہ کاشمیریؒ صدر مجلس تھے اس قدر متاثر ہوئے بے حد تعریف فرمایا کرتے۔[18]

آپؒ کئی کتب کے مصنف تھے جن کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔) تفسیر بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان (اردو)

2۔) البیان فی ربط القرآن (اردو)

حدیث وعلوم الحدیث پر مصنف کی ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں۔

1۔) تلخیص الطحاوی (عربی)

2۔) تحریرات حدیث (عربی)

3۔) تقریر الجنجوہی علی صحیح البخاری (عربی)

4۔) تقریر الجنجوہی علی صحیح المسلم (عربی)

5۔) عون المعبود علیٰ سنن ابی داؤد (عربی)

6۔) رسالہ جرید تین (عربی)

علم الفقہ پر آپؒ کی درج ذیل کتب موجود ہیں۔

1۔) برہان التسلیم۔

2۔) رسالہ خمس اوسق۔

3۔) رسالہ رفع سبابہ۔

4۔) رسالہ ذبح فوق العقدہ۔

5۔) خلاصہ فتح القدیر۔

عقائد پر چند کتب یہ ہیں۔

1۔) رسالہ مسئلہ علم غیب۔ (اردو)

---

[18]۔ الیاس، میاں مولانا حسین علی حیات وخدمات، اشاعت اکیڈمی پشاور، ص ۱۴

2۔)تفنچہ۔(اردو)

علم تصوف پر دو فارسی میں کتب موجود ہیں۔

1۔)تحفہ ابراھیمیہ (فارسی)۔

2۔)حواشی فؤاد عثمانی(فارسی)۔

مذکورہ بالا کتب میں مشہور ترین تفسیر بلغۃالحیران ہے۔

تفسیر بلغۃالحیران فی ربط آیات الفرقان:

مولانا حسین علیؒ کے تفسیری افادات کا مجموعہ ہے، یہ مستقل تصنیف نہیں ہے۔اس کو آپ کے شاگردان رشید مولانا غلام اللہ خان، اور مولانا نذر محمد جوکالویؒ نے جمع کیاہے، البتہ اس میں جابجا خلاصہ، ربط اور عربی عبارات وہ تمام تر حضرتؒ کے قلمی مسوادات سے نقل کی گئی ہیں۔[19]

یہ ایک مختصر تفسیر ہے جو عربی اردو اور فارسی عبارات سے مزین ہے، اسکی زبان سادہ ہے، اس میں جگہ جگہ علامہ خازن و علامہ رضی کے حوالہ جات ہیں، ابتدا میں ایک فتویٰ بھی درج ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے، اس کے بعد اس میں اجازت نامے ہیں۔دلچسپ امر یہ ہے حضرت کے مرشدؒ اور انکے مرشد کی مہریں بھی موجود ہیں جو اس زمانے کے فنون لطیفہ کی مظہر ہیں، یہ اس عصر کے قلمی رواج کا عکس ہیں، ۔تفسیر سورتوں کی ترتیب توقیفی کے حساب ہے، البتہ مقدمہ انتہائی مختصر و جامع ہے۔قدیم نسخہ یک جلدی تھا، جدید میں اسے دو جلدوں میں بدل دیا گیا ہے، نسخہ قدیم یعنی طباعت اولیٰ فاضل مولف کی زندگی میں ان لفظوں کے ساتھ شائع ہوئی، "اس کو انجمن حمایت اسلام نے بحق مولوی حسین علی ساکن واں بھچراں شائع کیا ہے" ڈاکٹر سراج الاسلام کا مرتب کردہ نسخہ کا نام تسہیل بلغۃالحیر آن رکھا گیا، اس میں عصر حاضر کے علماء کی تقاریظ شامل طباعت کردی گئیں۔

اس نسخہ کو، اشاعت اکیڈمی قصہ خوانی بازار پشاور نے ستمبر ۲۰۰۸ میں شائع کیا۔

ماخذ و مصادر تفسیر بلغۃالحیران:

---

[19]۔ مقدمہ بلغتہ الحیران۔ص ا

صاحب تفسیر اپنے تفسیری استشہادات کو پیش کرنے میں کافی منکسر المزاج واقع ہوئے ہیں۔اور علمی دیانت کا مظاہرہ کیا ہے یہ الگ بات ہے کہ ان سے اختلاف بھی بہت کیا ہے۔آپؒ کے شاگرد خاص مولانا نذر محمد جو کالوی اس کے چشم دید گواہ ہیں کہ مولانا حسین علیؒ دوران درس قرآن کون سی کتب اپنی معیت میں رکھتے اور ان سے تائیدیں پیش کرتے۔ قرآن کے اولین مصادر جیسے خود قرآن، پھر احادیث اور اس کے بعد اقوال صاحبہ وتابعین بھی اس تفسیر کے تائیدی مصادر کے طور پر شامل ہیں۔اس لئے اس تفسیر کو تفسیر بالماثور کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مفسر پر لازم ہے مفرادت کی تحقیق کے لئے وہ لغات کی طرف رجوع کرے۔ چنانچہ حضرتؒ لغات میں کس لغت کو راجح اور اسکی تحقیق پر اعتماد کرتے تھے۔ ان کے ہاں صحاح قاموس سے زیادہ قابل ترجیح ہے۔

"لغات میں سب سے فائق صحاح* ہے اور اس کا خلاصہ صراح ہے ،اس کے بعد قاموس والا معتبر ہے۔صراح کا سال تصنیف ۷۱۸ء ہے،اور صاحب قاموس ۸۱۹ء میں پید ہوا تھا"[20]

مولانا حسین علیؒ کی تفسیر مذکورہ دراصل اسلوب میں املائی نوعیت کی ہے جو دراصل حضرت کے تقریری افادات کا مجموعہ ہے۔چنانچہ ان مصادر تک کلی رسائی اس لئے ممکن نہیں کہ از منہ بعید کی بات ہے اس زمانے میں طباعت محدود و مقید تھی اس کے اسباب بہت نادر تھے۔اس تفسیر کے املائی مولانا نذر محمد جو کالویؒ نے مقدمہ تفسیر میں مختصر ان مصادر کا ذکر کیا ہے۔مقدمہ بلغۃالحیران میں فاضل مفسرؒ کے استشہاداتی مصادر کو یوں نقل کیا۔

> "حضرت استاذ مد ظلہ العالی تدریس کے وقت ترجمہ **شاہ ولی اللہ** اور ترجمہ **شاہ عبد القادر**،اور تفاسیر میں سے **خازن و مدارک** کو پاس رکھتے تھے، گاہ بگاہ **تفسیر کبیر** اور شاذ و نادر **تفسیر جلالین** اور **تفسیر حقانی** کی بھی ضرورت پڑ جاتی تھی۔ **صراح** سے لغت کی تحقیق فرماتے اور **رضیؒ** سے نحو کی
>
> فاحفظ ایها الطالب ینفعک هٰذه المطالب انشاالله وقت التدریس"[21]

---

* اس سے مراد مختار الصحاح ہے جو کہ محمد بن ابی بکر الرازی کی لغوی تحقیات کا مجموعہ ہے۔

20۔ الیاس، محمد، میاں، مولانا حسین علی حیات وخدمات، اشاعت اکیڈمی قصہ خوانی بازار پشاور، س ن، ص ۲۳۳

21۔ حسین علی، مولانا، تفسیر بلغۃالحیران فی ربط آیات الفرقان، انجمن حمایت اسلام پریس، س ن، ص ۴

اگر تفسیر بلغۃ الحیران کا بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو اس کے ماخذ اور بھی سامنے آتے ہیں جیسے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ اور پھر چند سطور آگے تفسیر تنویر المقباس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حوالہ۔[22]
اس تفسیر کو سمجھنے کے لئے گہرے مربوط مطالعہ کی ضرورت ہے، تفسیر کے مضامین اور مندرجات کو حسب ذیل نکات میں بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ **سورہ کا دعویٰ اور اس کا اثبات:** ہر سورت ایک مرکزی دعوی رکھتی ہے، اس کی بعض آیات بطور دلیل لائی جاتی ہیں اور بعض اس دعویٰ کی وضاحت کرتی ہیں۔

پروفیسر عاصم نعیم آپ کے تصور نظم پر اسطرح رقم طراز ہیں:

"مولانا حسین علیؒ کے انداز تفسیر میں ربط و نظم کے بیان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔۔۔قرآن مجید کا قاعدہ اکثر یہ ہے کہ سورہ کے شروع میں توطیہ تمہید ہوتی ہے۔اس کے بعد صراحتاً یا ضمناً مدعا کا بیان ہوتا ہے۔پھر لف ونشر مرتب یا غیر مرتب کے طور پر ان کے مضامین کا اعادہ ہوتا ہے، یا قصص کو ان پر متفرع کیا جاتا ہے، یا ثمرات ونتائج کو اسی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔۔۔ مثلا سورہ الانعام میں پہلے تخلیق کا ذکر ہے، پھر تصرف کا ذکر ہے کہ متصرف صرف اللہ تعالٰی ہے۔۔۔"[23]

مولانا حسین علیؒ تفسیر سورۃ البقرۃ کے مرکزی دعوی کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"الم ذٰلک الکتاب سے لے کر ان اللہ علی کل شئ قدیر تک توطئہ وتمہید ہے، جیسا کہ واعظین کا طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے وعظ سے پہلے توطئہ وتمہید بیان کرتے ہیں۔اس میں سورہ کا مرکزی دعوی گویا قائلین توحید، دوم اہل کتاب جنکی استقامت علی التوحید باقی ہے، منکرین توحید یعنی مشرکین، گویا جماعتوں کا ذکر بحوالہ توحید ہے۔ تین فرقوں کا ذکر ہے جو کہ سورہ فاتحہ میں انعمت علیھم سے مذکور ہیں۔۔۔اوّل مومنوں کا ذکر واؤلئک ھم المفلحون تک ہے۔حاصل یہ ہے کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہادی ہے جو کہ ضدی نہ ہوں جو دو قسم ہیں:

22۔ تسہیل بلغۃ الحیران، ص ۷۰۔۷۱

23۔ عاصم نعیم، پروفیسر، پاکستان کا اردو تفسیری ادب، پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور، ص ۱۰۵ تا ۱۰۶

ایک تو وہ جن میں تین اوصاف موجود ہیں: ایمان بالغیب، اقامت صلوۃ، اور انفاق مال فی سبیل اللہ۔۔۔اور دوسری قسم اہل کتاب کی ہے جو اپنی کتاب کے ساتھ قرآن شریف پر بھی ایمان لائے ہیں یہ دونوں ہدایت پر ہیں اور مفلح فی الجنۃ ہونگے۔ فریق ثانی کا ذکر ان الذین کفروا سے لے کر ولھم عذاب عظیم تک ہے یعنی وہ کافر جن پر مہر جباریت کی لگ گئی ہے اب وہ ایمان نہیں لاتے اور تیسرے فریق کا ذکر **ومن الناس** سے لے کر وما کانوا مھتدین تک ہے۔ یعنی ظاہر مومن کہلاتے ہیں اور واقع میں کافر ہیں اور ابھی تک مہر جباریت نہیں لگی۔۔۔"[24]

سورہ انفال کا مرکزی دعویٰ بھی توحید ہے۔ اس سورت کا مرکزی موضوع قتال ہے جو احیائے توحید اور اثبات رسالت کے لئے شروع کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ انفال کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"پہلے یہ جاننا چاہئے کہ سورۃ البقرہ، سورہ اٰل عمران، سورہ النساء اور سورہ المائدہ میں توحید اور قتال کا حکم تھا۔ ان کے پیچھے دو سورتیں سورہ انعام، سورہ اعراف مکی لائی گئیں جن میں محض توحید ہے اب یہ سورۃ انفال مدنی لائی گئی اس میں محض قتال کا ذکر ہے۔"[25]

2۔ سورتوں کا سورتوں سے ربط:

مولانا سورہ رعد کا ماقبل سورت سے ربط اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"اس سورہ کا ربط ماقبل کے ساتھ یہ ہے کہ سورہ یوسف میں دلیل نقلی بیان کی گئی ہے کہ سب کچھ کرنے والا وہی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی وہی ہے، اس سورہ میں کہا گیا کہ جب دلیل سے مدعیٰ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ بات تو ظاہر ہے لیکن مانتے نہیں۔"[26]

---

[24]۔ تفسیر بلغۃ الحیرآن، ص ۹۸۔۹۹

[25]۔ تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۳۳۸

[26]۔ تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۴۱۷

اگراس سورہ رعد کو اس مقام سے آگے پیچھے کر دیا جائے تو یہ ما قبل سے منقطع ہو جائے گی،اس انقطاع کا اثر صرف ترتیب سور پر ہی نہیں بلکہ قرآن کی فکری ترتیب کو بھی متاثر کرے گا یوں تفسیر کا معاملہ اور مشکل ہو جائے گا۔ غرض تفسیر بلغۃالحیران سے وہی متمتع ہو سکے گا جو قرآنی سور کی ترتیب توقیفی کا قائل ہو گا۔ صحابہ نزول قرآن کے عینی شاہدین ہیں لیکن انہوں نے مصحف کی موجودہ شکل پر اعتراض وارد نہیں کئے،بلکہ سر نگوں کئے اس حقیقت کے معترف ہو گئے کہ قرآنی سور کی ترتیب بحکم ربانی لگائی گئی ہے۔

3۔ربط کون سا معتبر ہو گا؟:

آیت کا وہی مفہوم راجح ہو گا جو رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین و تبع تابعین سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہو اور آیت کے ما قبل و مابعد سے مناسبت رکھتا ہو۔ وہ نہ اسلام کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہو اور نہ قواعد عربیت کے خلاف۔

سورہ الفاتحہ کی تفسیر میں فاضل مفسرؒ لکھتے ہیں۔

"یہ بھی پیش نظر رہے کہ قرآن شریف کا خلاصہ حوامیم ہیں جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے لکل شئ لباب ولباب القرآن الحوامیم"[27]

اسی طرح ایک اور مقام کی وضاحت میں حدیث پاک سے آیت کے معنی متعین کرتے ہیں۔

"ولا تجعلو اللہ عرضۃ لایمانکم۔۔۔اور متالف القلوب ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ سوّو صفوفکم او لیخافن اللہ بین قلوبکم"[28]

آئمہ فقہاء کو اسطرح نقل کرتے ہیں۔

"وان عزموا الطلاق۔۔۔اور دوسرا یہ کہ اگر چار ماہ میں رجوع نہ کرے تو بھی طلاق ہو گی۔ھذا ما قالہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رواہ محمد فی مؤطاہ،وما قال الشافعی فمنقول عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔"[29]

27۔ تفسیر بلغۃالحیران،ص ۷۰

28۔ تفسیر بلغۃالحیران،ص ۱۶۸

29۔ تفسیر بلغۃالحیران،ص،۱۷۰

درج بالا حوالہ جات اقوال رسول پاک ﷺ اور اقوال صحابہ اسی طرح آئمہ فقہا کو بطور استشہادات پیش کیا گیا۔

"یہ ایک امر تھا دوسرا امر قد نریٰ تقلب وجھک سے ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر تک ہے، جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے، کہ آپ کے دل میں تو تحویل قبلہ کی وجہ سے تنگی ہے، کیونکہ نبی پاک ﷺ کا یہ خیال مبارک تھا، کہ شاید اہل کتاب کے قبلہ کی طرف ہم منہ کریں گے تو ان کو الفت پیدا ہو گی اور ایمان لائیں گے، لہذا کہا گیا کہ اگرچہ فی الحال تنگی ہے لیکن عن قریب خوشی حاصل ہو جائے گی یہی معنی قبلۃ ترضٰھا کا یعنی قبلہ جس کو تو پسند کرے گا۔ یہ معنی نہیں کہ تو پسند رکھتا ہے۔ اب یہ جاننا چاہئے کہ قد نریٰ تقلب۔۔۔ کی وجہ خوشی نہ تھی، اور مادہ تقلب کا بھی اسی تنگی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ مشتق ہے: تقلب الشئ ظھر البطن کالحیۃ تنقلب فی الرمضاء سے، جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحویل قبلہ پر خوشی تھی، کیونکہ مکہ سیدنا ابراھیمؑ کا قبلہ تھا، لہذا آپکی خوشی تھی کہ میں اپنے آباءواجداد کے قبلے پر ہو جاؤں، وجہ یہ ہے کہ اگر خوشی ہوتی تو یہ دو زجریں نہ ہوتیں کیونکہ ولئن اتیت الذین اوتوالکتاب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک سے زجر کی گئی اور دوسری زجر ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ماجاءک من العلم انک اذالمن الظٰلمین(145) اور اگر خوشی ہوتی تو یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ(153) نہ کہا جاتا، اس کا حاصل یہ ہے اگر اس تحویل سے کوئی مصیبت اہل کتاب کی طرف سے پہنچے تو صبر کرنا"[30]

اس مقام کو اپنی تفسیر میں مولانا غلام اللہ خانؒ نے اس طرح واضح کیا ہے اور اپنے شیخ کی رائے کا دفاع کیا ہے یہی سیاق و نظم قرآنی کے قریب ہے۔

آپ جواہر القرآن میں لکھتے ہیں۔

"آیت کا یہ مفہوم حضرت شیخؒ نے بیان فرمایا ہے یہ مفہوم چونکہ لغت اور عرف کے بھی مطابق ہے اور اس سے اسلام کے کسی منصوص اور قطعی حکم کی مخالفت بھی نہیں ہوئی۔۔۔"[31] اسکی منفرد توجیہ کا دفاع صاحب اقامۃ البرھان نے یوں کیا ہے۔

30۔ تسہیل بلغۃ الحیران، ج ۱، ص ۱۴۰

31۔ خان، غلام اللہ، مولانا، جواہر القرآن، مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی، ج ۱، ص ۷۲

"تحویل قبلہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے جمہور مفسرینؒ کی تفسیر ذکر کی گئی(جواہر القران مراد ہے بضمن تفسیر آیۃ مذکورہ) اس کے بعد حضرت مولانا حسین علیؒ نے اس آیت کا اس کے سیاق وسباق(ما قبل و مابعد سے ربط) سے جو مفہوم سمجھا ہے اسے درج کیا ہے۔۔۔حضرت مولانا حسین علیؒ نے اس آیت کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے، اسے تفسیر جواہر القران میں غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ، حضرتؒ یہ مفہوم لفظ تقلب کے لغوی معنی اور آیت کے سیاق وسباق کے پیش نظر بیان فرمایا ہے۔۔۔"[32] ربط وہی معتبر ہو گا جسکی تائید سیاق کلام اور آثار کریں گے۔

4۔)حذف وتقدیر کالحاظ کم سے کم ہو؟

حتی المقدور آیت کا ایسا مطلب بیان کیا جائے جس میں حذف و تقدیر کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، یا کم از کم ہی اس کاارتکاب کرنا پڑے، مثلا لفظ اذ کا متعلق عام طور پر ہر جگہ اذ کر مقدر مانا جاتا ہے، مگر شیخ قدس سرہ اذ کے بعد کسی مناسب فعل مذکور کو اس کا عامل قرار دیتے ہیں، کیونکہ ظروف کا اپنے عوامل پر تقدم جائز ہے۔

اس چیز کا تعلق خاص فن تفسیر سے ہے عام طور پر مفسرین اسلوب قرآن کے پیش نظر حذف وتقدیر کا سہارا لیتے ہیں،ایسااس وقت ہوتا ہے جب آیت کی عقلی تنقیح غالب آتی ماثور اقوال پر۔دوسری وجہ ان دقیق مقامات میں تاویل کا بے جا استعمال ہے ،جو قاری کو ایک سے زائد مختلف معانی میں الجھا دیتی ہے۔لہٰذا قرآن کی سادہ واقرب الی السنۃ تعبیر عقلی تاویلات سے بہتر ہے۔مولانا حسین علیؒ کا منہج تفسیر اس کا مظہر ہے۔مولانا غلام اللہ خان اپنے شیخ سے اس تحقیق کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

"اذ ظرفیت کے لئے ہوتا ہے اور اس کے بعد متصل جملہ اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ظرف ہونے کی وجہ سے اس کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے۔بعض مفسرین اس سے پہلے اذ کر اس کا متعلق محذوف مانتے ہیں۔اذ کر چونکہ فعل متعدی ہے اور اسے مفعول بہ کی ضرورت ہے۔اس لئے القصۃ اس کا مفعول محذوف نکالتے ہیں یعنی اذ کر القصۃ۔بعض مفسرین اذ کو زائد قرار دیتے ہیں۔صاحب تنویر المقباس اس کو قد کے معنی میں لیتے ہیں۔بعض اذ کو ظروفیت سے خالی کر کے

[32] ۔بخاری، سجاد، مولنا، اقامۃ البرھان علی ابطال وساوس ھدایۃ الحیرآن، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، ص ۵۰۔۵۱

مفعول بہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن علامہ رضی نے لکھا ہے اذ کا متعلق کبھی اس پر مقدم ہوتا ہے اور کبھی اس سے موخر اسلئے ہر جگہ اذ کو مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ مثلاواذقال ربک للملٰئکة انی جاعل فی الارض خلیفة،قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها(پ،بقرہ،ع4) یہاں قال ربک جملہ اذ کا مضاف الیہ ہے۔ اور قالوا اس کا متعلق اور عامل ہے جو اس کے بعد قالوا اتجعل فیہا میں مذکور ہے۔"[33]

جیسے سورہ یوسف کے پہلے رکوع میں اس آیت کی ہے۔"اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ- شیخؒ نے فرمایا: نحومیوں کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ ظروف کے متعلقات ان سے مؤخر بھی ہو سکتے ہیں،اس لئے بہتر یہ ہے کہ اذ کا متعلق قال لِبنیّ مؤخر ہو۔ معنی یہ ہونگے کہ جب یوسفؑ نے اپنا خواب اپنے باپ سے بیان کیا، تو انہوں نے کہا۔۔۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اس خواب کو بھائیوں کے آگے بیان نہ کرنا۔۔۔"[34]

بلغۃ الحیران کی مباحث میں وجہ انفرادایک نسخ آیات کے حوالے سے ہے۔

پہلے یہ جاننا چاہئے کہ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں ایک طویل عبارت نسخ سے متعلق تحریر فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں دو مذہب ہیں ایک مذہب متقدمین کا ہے اور دوسرا متاخرین کا۔ متقدمین نسخ کو اس کے وسیع معنوں میں لیتے رہے، یعنی وصف آیت کے مطلق تغیر کو نسخ کہتے تھے، لہٰذا ان کے نزدیک پانچ سو، بلکہ اس سے زیادہ آیات منسوخ ہیں ،جب کہ متاخرین نے نسخ کو محدود معنی میں استعمال کیا، یعنی آیت کا حکم مع التلاوۃ یا بدون التلاوۃ اٹھا دینے کو نسخ کہہ دیتے ہیں ۔۔۔ پھر ان میں سے شاہ صاحب نے الفوز الکبیر میں چار آیات کا منسوخ ہونا تسلیم کیا ہے۔۔۔ اس جگہ ہمارے استاذ محترم مولانا حسین علیؒ نے ان چار آیات کا نسخ بھی تسلیم نہیں کیا۔۔۔"[35]

یہ دراصل حضرتؒ کی انفرادی رائے ہے، جو خوبصورت تاویلات کے ساتھ نئی بحث کا آغاز کرتی ہے، ان چار میں سے دو آیات کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

33۔ جواہر القرآن، ج ا، ص، ۱۷

34۔ تسہیل بلغۃ الحیران، ج ا، ص ۴۰۳

35۔ تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۱۲۶

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَاۨ اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

اس آیت کو مفسرین مندرجہ ذیل آیت سے منسوخ قرار دیتے ہیں:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

اور ہمارے شیخ نے یہ جواب دیا ہے کہ اس جگہ بھی حکم وراثت کا جاری ہے اور بالمعروف کا معنی بالامر الشرعی ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص فوت ہونے والا ہو تو وہ مرنے کے وقت وصیت کرے کہ میرا مال منال بموجب حکم شرعی تقسیم کرنا یعنی والدین اور اقربین کو وصیت کی جائے۔"[36]

گویا شیخ ربط آیات کے تحت دونوں آیات کو مجمل اور مفسر کا درجہ دیتے ہیں۔

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال---بانھم قوم لا یفقھون کو آلٰن خفف اللہ عنکم---باذن اللہ سے منسوخ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے: کہ آیت کے ابتدائی حصے یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال کو اگر منسوخ کریں، تو وہ محض ترغیب علی القتال ہے جو منسوخ ہو ہی نہیں سکتی، اور اگر ان یکن منکم عشرون صابرون کو منسوخ کریں تو یہ خبر ہے، اور اخبار میں تو نسخ ہو نہیں سکتا بلکہ نسخ تو احکام میں ہوتا ہے۔ اور یہ خبر تو منسوخ نہیں ہو سکتی، یہ تو اب بھی ہے کہ اگر اتنے عدد مذکور پکے مسلمان اتنے کفار کے ساتھ جنگ کریں تو اللہ فتح دے گا۔ اس لئے شاہ عبد القادرؒ صاحب نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں ہزار مسلمانوں نے اسی ہزار کفار سے لڑائی کی تھی اور فتح پا گئے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ

36۔ تسہیل بلغۃ الحیران، ج ۱، ص ۱۲۶۔۱۲۷

آیت منسوخ نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ کہیں پہلے بیس مسلمانوں کو دو سو کفار کے ساتھ جنگ کرنا فرض تھا، وہ منسوخ ہو گیا ہو گا۔"[37]

یہ دراصل اسکی تاویل ہے، ورنہ جمہور اس کی تنسیخ کے قائل ہیں۔ نسخ آیات میں منفرد رائے رکھتے ہیں، جسکی وجہ ان کا رجحان نظم قرآنی ہے۔

صاحب بلغۃ الحیران کا رجحان نظم قرآنی:

مولانا حسین علیؒ کا تفسیر قرآن کا منہج و اسلوب ایک مختلف طرز کا ہے۔ جس کی بنیاد ان کے ہاں قرآن کی ظاہری و باطنی ترتیب کی یکسانیت ہے، جو نظم قرآن سے مصطلح ہے۔ یقیناً فاضل مفسر کا یہ رجحان انکے ذاتی مطالعہ اور قرآن پر غور و فکر کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

مولانا کا پہلا نظری رجحان قرآن کے بنیادی مسئلہ کی طرف گیا ہے، ان کا قوی خیال ہے کہ توحید باری تعالیٰ قرآن کا مقصود اصلی ہے باقی آحکامات فروعی ہیں۔

مولاناؒ کا تفسیر میں نظم کا رجحان بہت واضح ہے، آپ ربط آیات کے ساتھ ساتھ ربط سور کے بھی نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس نظریہ ارتباط کے بغیر قرآن کی تفسیر کو درست تصور کرتے ہی نہیں۔

سورت کی مختلف آیات کے گروہ:

آپؒ ربط آیات کی شہ سرخی بھی باندھتے ہیں، ساتھ ساتھ ان آیات کے باہمی ربط کو خلاصہ کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں، اس کے لئے عربی تقدیم میں تین لفظ "تمام، لباب اور خلاصہ" استعمال کئے ہیں۔

> "اما بعد فیقول حسین علی بن محمد بن عبد الله العثمانی المظہری المجددی۔۔۔وتمام القرآن فی سورة الفاتحه، فان لباب القرآن الحوامیم، وخلاصته فی سورة حٰم المومن"[38]

یہ منفرد طرز ہے، گویا فاضل مفسرؒ کو سورتوں کے خلاصہ جات از بر تھے، نیز اس سے ان نظم سورت کا رجحان بھی آشکار ہوتا ہے۔

37۔ حوالہ مذکور، ص ۱۲۹

38۔ حسین علیؒ، الوانی، مولانا، تسہیل بلغۃ الحیران، ص ۸۳

سورت فاتحہ مقدمہ قرآن:

حضرت مولانا حسین علیؒ دیگر قائلین نظم سے مماثل اس لئے بھی ہیں، کہ آپؒ سورت کے ماقبل کے ساتھ ساتھ مابعد ربط بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ فاتحہ کے مضامین کو حوامیم سے جا جوڑا، درحالانکہ درمیان میں اور سور بھی موجود ہیں، گویا حضرتؒ قرآن کی نظری وفکری ترتیب کے قائل ہیں۔

سورت فاتحہ دیباچہ قرآن ہے، تفسیر بلغۃ الحیران اس کے عملی نظائر پیش کرتی ہے۔ جیسے آیت ایا ک نعبد وایا ک نستعین کو آئندہ سور کی ہر اس آیت سے مربوط پیش کیا ہے، جس میں استعانت طلبی اور معبودیت وعبدیت کے رنگ نمایاں تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

> "بہر حال ایاک نعبد۔۔۔الخ کا معنی یہی ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور حاجات میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔۔۔ان الذین یستکبرون سورہ حٰم مومن ۔۔۔جیسا کہ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم۔۔۔۔۔سورہ فاطر سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجات میں بلانا اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کما قال فی سورہ الاعراف "[39]

مختلف سورتوں کی مختلف آیات کا مضمون کے اعتبار سے ربط:

یہ ایک اور طرز تفسیر ہے۔ اب سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت میں حمد باری تعالیٰ کا بیان ہے، تو اس آیت کا ربط ہر اس آیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس میں تحمید وثناء کا بیان ہے۔

> "اعلم یا اخی انا اقول لک ان:من الفاتحہ الکتاب الی آخر سور المائدہ اجعلہ بحثا فی مضمون،ومن سورۃ الانعام الی آخر سورۃ بنی اسرائیل اجعلہ بحثا فی مضمون،ومن سورۃ الکھف الی آخر سورۃ الاحزاب اجعلہ بحثا فی مضمون،ومن

39۔ تسہیل بلغۃ الحیران، ص۷۷۔۷۸

سورة سبا الی آخر القرآن مضمون"[40] میرے بھائی میں کہتا ہوں خوب جان لو: سورہ فاتحہ سے سورہ مائدہ کے آخر تک کی آیات ایک مضمون رکھتی ہیں۔اسی طرح سورہ انعام سے سورہ بنی اسرائیل کو ایک مضمون بنالو۔ پھر سورہ کہف کی آیات کو احزاب کی آیات تک ایک گروہ بنالو۔ سورہ سبا کی آیات سے قرآن کی آخری آیات تک ایک بحث بنالو۔

اس ربط سے مرادؔ آیات کے مضامین کا یک گروہی ہونا ہے۔اس کے علاوہ آپ سورتوں میں دو قسمی ربط کے قائل تھے۔

1۔اسمی/نامی ربط 2۔ معنوی ربط۔

اسمی ربط کی وضاحت: آپؒ سورہ فاتحہ تا سورہ مائدہ اس طرح ربط بیان کرتے ہیں،

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، یعنی ہم صرف تیری عبادت کریں گے اور تیری ہی مدد چاہیں گے۔اور ہم یہودیوں کی طرح کی طرح بقرہ کی پرورش نہیں کریں۔اور نہ ہی ال عمران (نصاریٰ) کی طرح خاصان الٰہی کو اپنا معبود قرار دیں گے بلکہ حقوق نساء و دیگر انتظامی قوانین کا احترام کرکے،اللہ کی طرف سے نزول برکات (مائدہ) کے خواست گار ہوں گے "[41]

معنوی ربط کو اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔"سورہ فاتحہ کی چوتھی آیتاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو صراط مستقیم قرار دے کر بقرہ میں چار بنیادی مضامین۔ توحید، رسالت، جہاد اور انفاق کا بیان ہوا۔اس سورت میں انتظامی اور اصلاحی امور بھی مذکور ہیں۔۔۔ توحید کا بیان اور ہر پہلو سے شرک کی تردید کی گئی یعنی شرک اعتقادی، شرک فعلی اور شفاعت قہری کی نفی کی گئی۔۔۔"[42]

مضامین کے اعتبار سے رکوعی گروہ اوران کا باہمی ربط:

تفسیر مذکورہ کے مطابق یہ کہ یہاں بقول مفسرؒ موضوعی اعتبار سے قرآن منقسم ہے، اگرچہ ماثور ایہ ثابت نہیں ہے قرآنی سورتوں کی رکوعی تقسیم میں صحابہ نے یہ پہلو پیش نظر رکھا ہو گا بلکہ یہ تو قرآن پر تدبر کے نتیجے میں سامنے آتا ہے کہ

40۔ بلغۃ الحیران، ص ۹۴

41۔ بلغۃ الحیران، ص ۵۰۷

42۔ ایضاً

رکوع بھی مضامین پر مشتمل ہیں، جیسا بعض فقہاء نے نماز میں ترتیب کو مد نظر رکھنا ضروری قرار دیا ہے، اس کی بھی شاید یہی حکمت کار فرما ہے۔

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔[43] سے لے کر وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْھَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُھَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔[44] تک توحید کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد و اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ١ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا١ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ١ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ -[45] سے لے کر پارہ کے آخر تک اثبات رسالت کا ذکر ہے، اور پھر اس کے بعد سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا١ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ١ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔[46] سے لے کر خٰلِدِیْنَ فِیْهَا١ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔[47] تک دفعہ شبہ ہے۔۔[48]

اس طرح رکوعات کے گروہ تجویز کرنا، اور ان کے درمیان مضمون کے اعتبار سے ربط بیان کرنا، ان کے گہرے غور و فکر پر دلالت کرتا ہے اور یہ فہم نعمت ربانی کے بغیر ممکن نہیں۔

ابتداء قرآن سے اختتام قرآن کا ربط:

سورہ فاتحہ اور سورہ الناس کے مضامین کا آپس میں ربط و تعلق اس طرح بیان کرتے ہیں "سورہ فاتحہ میں تین مراتبت کا ذکر ہوا۔ الحمد للہ رب العٰلمین یعنی پیدا کر کے پالنے والا ہے، سورہ الناس میں بیان ہوا۔ اعوذ برب الناس، فاتحہ میں فرمایا ملک یوم الدین، سورہ الناس میں فرمایا ملک الناس۔"[49]

43۔ البقرہ:۲۱

44۔ البقرہ:۱۲۳

45۔ البقرہ:۱۲۴

46۔ البقرہ:۱۴۲

47۔ البقرہ:۱۶۲

48۔ بلغۃ الحیران، ص ۴۷

49۔ ایضاً

الغرض حضرت مولانا حسین علی الوائیؒ نظم قرآن کے نظریہ میں منفرد مقام رکھتے ہیں جو دراصل حضرت کے وقیع علمی مقام کا مظہر ہے۔

تفسیر بلغۃ الحیران نہ صرف تفاسیر میں ممتاز مقام رکھتی ہے، بلکہ فاضل مفسرؒ کے علمی مقام کی عکاس بھی، اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو اس طرح مربوط پیش کرنا ایک گہرے وسیع مطالعہ کے بعد بھی نصیبے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حسین علیؒ کو فردوس بریں میں رفعتوں سے نوازے اور انکی اس اجتہادی پر بصیرت قرآنی تفہیم کو ماجور فرمائیں، آمین ثم آمین۔

نتائج بحث:

1۔) قرآن کریم کی آیات اور سور کے درمیان ربط تلاش کرنا اور ان کے معانی و مطالب میں وحدت اور یکسانیت ڈھونڈنا نظم قرآن کہلاتا ہے، یہ ایک عظیم الشان علم ہے۔

2۔) بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان مولانا حسین الوائیؒ کے منفرد نوعیت کے تفسیری افادات پر مشتمل ہے، یہ اختصار کے باوجود اپنے مفسر کے نظم قرآن کے رجحان کو واضح کرتی ہے۔

3۔) بلغۃ الحیران کا ادق انداز قاری کو تھکا دینے والا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے اور بعض اہل علم نے اس کتاب کے لئے تسہیل پیش کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔

4۔) مولانا حسین علیؒ نے بلغۃ الحیران میں مختلف النوع مصادر وماخذ سے اپنے مزاج کے مطابق استفادہ کیا ہے۔

5۔) مولانا حسین علیؒ کے خیال میں قرآن کریم کا مرکزی موضوع توحید باری تعالیٰ ہے، اور قرآنی مباحث و موضوعات کسی نہ کسی طرح اس مرکزی موضوع سے منسلک و مربوط ہیں۔

6۔) ان کے ہاں ہر سورت کا ایک دعٰوی ہے، اور دیگر مباحث و موضوعات اس دعٰوی کے اثبات کے لئے ہیں۔

7۔) ہر سورت اپنی ما قبل سورت سے مربوط ہے، اور ہر سورت میں آیات کے کئے گروہ ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط رکھتے ہیں۔

8۔) سورت فاتحہ قرآن کریم کی باقی سورتوں کے لئے تمہید کی حیثیت رکھتی ہے، یہ گویا مقدمہ قرآن ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ابتداء سے انتہاء تک گہرا ربط ہے۔

9۔)مختلف سورتوں کے مختلف آیاتی گروہ مضمون کے اعتبار سے باہم مربوط ہیں۔

10۔)قرآن کریم کے رکوعی گروہ ہیں، جو باعتبار مضمون ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

مصادر و مراجع

1۔القرآن الکریم۔

2۔الحدیث الشریف

3۔ابن منظور، لسان العرب، دار الکتب العلمیہ۔

4۔بخاری، سجاد، اقامۃ البرھان، کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی

5۔حسین علی، مولانا، تسہیل بلغۃ الحیران، تحقیق ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، اشاعت اکیڈمی پشاور۔

6۔حسین علی، مولانا، تفسیر بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، انجمن حمایت اسلام پریس، س ن

7۔زمخشری، محمود بن عمر، اساس البلاغۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، مادہ نظم

8۔سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن۔

9۔صبحی صالح، الدکتور علوم القرآن، دار العلم للملایین

10 طاہر، ابو، مجد الدین، فیروز آبادی، القاموس المحیط، دار المعرفہ بیروت لبنان

11۔عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، بزم اردو لائبریری،

12۔عاصم نعیم، پروفیسر، پاکستان کا اردو تفسیری ادب، پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور،

9۔فلاحی، عبید اللہ، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت،

14۔مختصر رپورٹ اجلاس مذکورہ، مطبوعہ دہلی۔

15۔۔مناع القطان،الدکتور مباحث فی علوم القرآن، مکتبہ وھبہ القاہرہ۔

16۔۔ندوی،سید ابوالحسن،تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام.

17۔الیاس، میاں مولانا حسین علی حیات وخدمات،اشاعت اکیڈمی پشاور۔